ہبہ کے معاملے میں
قبضه کی شرعی حیثیت پر فقهی بحث

مولانا مفتی محمد اعجاز
رئیس دار الافتاء جامعه دار العلوم امینیه جڑانواله

اهم عنوانات

1 ...... ھبہ کا لغوی معنی۔
2 ...... ھبہ کا اصطلاحی معنی۔
3 ...... ھبہ کا شرعی حکم۔
4 ...... ھبہ کے ارکان۔
5 ...... شرائط ھبہ۔
6 ...... پہلی شرط کی تفصیل۔
7 ...... دوسری شرط کی تفصیل۔
8 ...... تیسری شرط کی تفصیل۔
9 ...... اختلاف ائمہ
10 ...... ھبہ میں قبضہ کی حیثیت احادیث کی روشنی میں۔
11 ...... ھبہ میں قبضہ کے ضروری ہونے پر عقلی دلائل۔
12 ...... دوسری دلیل۔
13 ...... تیسری عقلی دلیل۔
14 ...... قبضہ کی تعریف ۔

15 ...... عبارات فقہاء میں قبضہ کی تعریف۔

16 ...... قبضہ میں چند مختلف صورتیں۔

17 ...... خلاصۃ البحث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھبہ میں قبضہ کے شرط ہونے کے متعلق کچھ طالب علمانہ کاوش اصحاب علم وفضل کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ اصلاح فرما کر ممنون فرمائیں۔

ھبہ کا لغوی معنی: "ان الھبة فی اللغة اصلھامن الوھب والوھب بتسکین الھاء وتحریکھا معناھاایصال الشئ الی الغیر بماینفعه سواء کان مالااوغیرمال یقال وھب له مالاوھباوھبةویقال وھب اللہ فلانا ولدا صالحا ومنه قوله تعالی فھب لی من لدنک ولیا ﴿فتح القدیر (کتاب الھبة)﴾

یعنی کسی ایسی چیز کا دوسرے تک پہنچانا جو اسکو نفع دے عام ازیں کہ وہ مال ہو یا غیر مال۔

ھبہ کا اصطلاحی معنی: "تملیک المال بلا عوض" ﴿فتح القدیر (کتاب الھبة)﴾

"تملیک العین بلا عوض" ﴿مجموعه قواعد الفقه﴾ یعنی کسی چیز کا بغیر عوض کے مالک بنانا۔

ھبہ کے لغوی معنی میں اگر غور کریں تو قبضہ کا ھبہ میں ضروری ہونا مترشح ہوتا ہے۔ کیونکہ ھبہ کا معنی کیا گیا ہے "ایصال الشئ" تو معلوم ہوا کہ صرف قولاً ایجاب وقبول کافی نہیں بلکہ اس چیز کا ایصال بھی ہونا چاہئے اور اسی کو قبضہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصطلاحی معنی میں تملیک المال کا جملہ لائے ہیں اور ھبہ میں قبضہ کے بغیر ملکیت ثابت نہیں ہوتی اس سے واضح ہوا کہ ھبہ تملیک مع القبض کو کہتے ہیں قبضہ کے بغیر ھبہ تام نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں ایک وعدہ محض ہوتا ہے۔

ھبہ کا شرعی حکم: ھبہ کرنا شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے

"لقوله علیہ السلام تھادو تحابوا "وعلی ھذا انعقد الاجماع ﴿فتح القدیر (کتاب الھبة)﴾

و ھی مشروعة مندوب الیھا بالاجماع ﴿شرح المجله (الکتاب السابع فی الھبة)﴾

ھبہ کے ارکان: ھبہ کے ارکان کے متعلق علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض نے ایجاب وقبول دونوں کو رکن قرار دیا ہے اور بعض نے صرف ایجاب کو رکن قرار دیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

"والحاصل ان کلمات القوم فی ھذاا لمقام لا تخلوعن الاضطراب وعن ھذا قال صاحب غایة البیان وأما رکنھافقد اختلف المشائخ فیه قال شیخ الإسلام خواھرزادہ فی مبسوطہ ھومجرد

ایجاب الواهب وهو قوله وهبت ولم يجعل قبول الموهوب له ركنا لأن العقد ينعقد بمجرد ایجاب الواهب ولهذا قال علماؤنا إذا حلف لايهب فوهب ولم يقبل يحنث في يمينه عندنا وقال صاحب التحفة ركنها الايجاب والقبول و وجهه ان الهبة عقد والعقد هوالايجاب والقبول الى هنا كلامه وقال صاحب البدائع أما ركن الهبة فهوالايجاب من الواهب فاما القبول من الموهوب له فليس بركن استحسانا و القياس ان يكون ركنا و هو قول زفر ﴿فتح القدير (كتاب الهبة)﴾

شرائط هبه:- ھبہ کی شرائط تین طرح کی ہیں (1) وہ شرائط جن کا تعلق نفس رکن کے ساتھ ہے (2) جن کا واھب میں پایا جانا ضروری ہے (3) جن کا موھوبہ چیز میں پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط کی تفصیل:- ھبہ کسی ایسی چیز کے ساتھ معلّق نہ ہو جس کا وجود وعدم وجود محل خطر میں ہو مثلاً اگر زید آ گیا تو میں نے یہ چیز تم کو ھبہ کی وغیرہ ایسے ہی ھبہ آئندہ وقت کے ساتھ معلّق نہ ہو مثلا میں نے یہ چیز ھبہ کی فلاں سال کے شروع میں۔

دوسری شرط کی تفصیل:- واھب عاقل، بالغ، مالک ہو۔

تیسری شرط کی تفصیل:- موھوبہ چیز موھوب لہ کے قبضہ میں غیر مشاع ممیّز اور غیر مشغول ہونے کی صورت میں ہو۔ و أما ما يرجع الى نفس الركن فهو ان لا يكون معلقا بما له خطر الوجود و العدم من دخول زيد و قدوم عمرو و نحوذلک ولا مضافا الى وقت بأن يقول وهبت هذا الشئ منک غدا او رأس شهر كذا في البدائع ﴿هنديه (كتاب الهبة الباب الاول)﴾

وشرائط صحتها في الواهب العقل والبلوغ والملک فلا تصح هبة صغير ورقيق ولو مكاتبا و شرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميز أ غير مشغول ﴿ردالمحتار (كتاب الهبة)﴾

ھبہ میں قبضہ کا شرط ہونا تمام کتب فقہ میں مصرح ہے اور مزید شرائط کے متعلق تفصیلی بحث فتاوی عالمگیری اور بدائع الصنائع میں مذکور ہے۔ قبضہ اصطلاحاً اگر چہ شرط کے درجہ میں ہے لیکن رکن بھی اس شرط کے بغیر اپنا حکم شرعی ثابت نہیں کر سکتا بلکہ بعض صورتوں میں قبضہ رکن کے قائم مقام بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ایک صورت ذکر کی ہے کہ اگر کسی شخص نے راستہ پر کوئی چیز رکھ دی تا کہ یہ اٹھانے والے کی ملک ہو جائے تو یہ جائز ہے۔

ولذا قال اصحابنا لو وضع ماله في طريق ليكون ملكا للرافع جاز ﴿رد المحتار (كتاب الهبة)﴾

اختلاف ائمه:- ائمہ ثلاثہؒ کا مذہب تو یہی ہے کہ ھبہ میں قبضہ شرط ہے البتہ امام احمدؒ کے مذہب میں کچھ

تفصیل ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک ھبہ میں قبضہ شرط نہیں ہے وہ اسکو بیع پر قیاس کرتے ہیں کہ جسطرح بیع میں ایجاب وقبول سے مشتری کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے اسی طرح ھبہ میں بھی ملکیت ثابت ہوجائیگی۔

و قال مالک یثبت الملک فیه قبل القبض اعتبار ابالبیع " ﴿ ہدایه (کتاب الهبة) ﴾

" وأما ما اختلفوا فیه فمن ذلک قول الائمة الثلاثة انه یفتقر فی صحة الهبة الی القبض وقال مالک انه لا تفتقر صحتها ولزومها الی قبض بل تصح و تلزم بمجرد الإیجاب والقبول ولکن القبض شرط فی نفوذها وتمامها و احترز مالک بذلک عما اذا أخر الواهب الإقباض مع مطالبة الموهوب له حتی مات و هو مستمر علی المطالبة فانها لا تبطل وله مطالبة الورثة فان ترک المطالبة أو أمکنه قبض الهبة فلم یقبضها حتی مات الواهب أو مرض بطلت الهبة ﴿ کتاب المیزان للشعرانی ﴾

اس عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ امام مالک کے زدیک بھی کسی درجہ میں قبضہ ضروری ہے یعنی اگر واھب نے موھوب لہ کو قبضہ کی قدرت دی اوراس نے قبضہ نہ کیا اورواھب فوت ہوگیا تو یہ ھبہ بھی باطل ہوجائیگا۔

امام مالکؒ کا اسکو بیع پر قیاس کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ھبہ عقد تبرع ہے اور بیع عقد معاوضہ ہے۔اور عقد معاوضہ منعقد کرنے سے لازم ہوتا ہے جبکہ تبرعات میں لزوم نہیں ہوتا۔ لقوله تعالیٰ:ما علی المحسنین من سبیل

ھبہ میں قبضہ کی حیثیت احادیث کی روشنی میں:- حضرت علامہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاالسنن میں بہت سے ایسے احادیث جمع فرمائی ہیں جو ھبہ میں قبضہ کےلزوم پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں اعلاءالسنن)

"عن عائشةؓ زوج النبی ﷺ و سلم انها قالت أن ابا بکر الصدیق کان نحلها جاد عشرین وسقامن ماله بالغابة فلماحضرته الوفاة قال یابنیة ما من الناس أحد احب الی غنی بعدی منک و لا اعزعلی فقرا بعدی منک وانی کنت نحلتک جادعشرین وسقا فلو کنت جددتیه واحتزتیه کان ذلک لک وانماهوالیوم مال وارث.......الخ '

عن ابی موسی الاشعری انه قال قال عمرؓ الانحال میراث مالم تقبض" وعن النضر بن أنس قال قضی عمر بن الخطاب فی الانحال ما قبض منه فهو جائز وما لم یقبض فهومیراث" ﴿اعلاء السنن (باب القبض فی الهبة)﴾ ان احادیث سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ بغیر قبضہ کے ھبہ تام نہیں ہوتا بلکہ واھب کی میراث کا حصہ ہوتا ہے۔امام مروزیؒ نے خلفاء راشدین کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے قال المروزی اتفق ابوبکروعمروعثمان وعلي علی ان الهبةلاتجوزالامقبوضة

ویروی ذلک عن النخعی والثوری والحسن بن صالح والعنبری والشافعی واصحاب الرأیؒ ﴿اعلاألسنن باب القبض فی الهبة﴾

لا یجوز الھبة الا مقبوضة ﴿ھدایه (کتاب الھبة)﴾

ھبہ میں قبضہ کے ضروری ہونے پر عقلی دلائل:- ھبہ ایک عقد تبرع ہے اور تبرعات کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جس قدر تبرع کیا جائے اتنا ہی لازم ہوتا ہے اس سے زائد کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر ھبہ میں قبضہ سے قبل موھوب لہ کی ملکیت ثابت کردی جائے تو واھب پر موھوبہ چیز کا تسلیم کرنا لازم آتا ہے حالانکہ ابھی تک واھب نے سپرد کرنے کا تبرع نہیں کیا۔ بخلاف عقود معاوضہ کہ وہاں پر ایجاب وقبول کے بعد مشتری کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے اور بائع کے ذمہ مبیع کا سپرد کرنا لازم ہوتا ہے اور اگر مبیع بائع کے پاس ہلاک ہوجائے تو مضمون بالثمن ہوتی ہے۔ اور اگر ھبہ کو بیع پر قیاس کر کے ملکیت ثابت کردیں تو پھر تسلیم کرنا بھی لازم ہوگا اور اگر موھوبہ چیز واھب کے پاس ھلاک ہوگئی تو مضمون بھی ہونی چاہئے حالانکہ موھوبہ چیز مضمون نہیں ہوتی۔ اور اگر تسلیم کو لازم کئے بغیر ملکیت کو ثابت کریں تو اسکا کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ملکیت سے مقصود تصرفات کا جائز ہونا ہوتا ہے اور موھوبہ چیز میں قبضہ سے پہلے تصرفات جائز نہیں ہیں۔ ھبہ کو نوافل پر قیاس کر کے یوں بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بعض دفعہ ایک چیز کا تبرع کرنے سے دوسری چیز کا تبرع خود بخود لازم ہوجاتا ہے جبکہ دوسری چیز سے پہلی چیز کا اتمام ہوتا ہو جیسا کہ مُحدِث شخص پر نوافل کی نذر ماننے سے وضوء کا لازم ہونا یا نوافل کے شروع کرنے سے اتمام کا لازم ہونا۔ کیونکہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ پہلی چیز واجب ہو جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں میں نذر اور شروع کرنے سے نوافل لازم ہوئے۔ بخلاف ھبہ کے کہ یہ دونوں صورتوں میں یعنی ابتداء وانتہاء تبرع ہے عقد لازم نہیں۔ کیونکہ سوائے چند استثنائی صورتوں کے ھبہ میں رجوع جائز ہے۔

دوسری دلیل:- اس طرح بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے ھبہ کر کے خود تسلیم کا التزام کیا ہے اور جس چیز کا خود التزام کیا جائے وہ لازم ہوتی ہے لہٰذا واھب کے ذمہ بھی تسلیم کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ نوافل شروع کرنے سے لازم ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ مالک کے مملوکہ چیز پر دو حق ہوتے ہیں (1) ملکیت (2) قبضہ۔ اسکی دوسری تعبیر عَبِید کی بحث میں یوں بھی کی جاتی ہے کہ ایک ملکیت رقبۃً ہوتی ہے اور دوسری یداً اور یہ دونوں حقوق مقصود بالذات ہوتے ہیں جس طرح ملک رقبہ کے غصب کرنے سے ضمان واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح ملکِ ید یعنی قبضہ کے غصب سے بھی ضمان واجب ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی نے مُدَبَّر کو غصب کیا تو غاصب پر ضمان لازم ہوگا۔ ایسے ملک ید کا عوض بھی لیا جاتا ہے بدل کتابت کی صورت میں۔ کیونکہ کتابت کی صورت میں ازالہ ید ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ ملکیت اور قبضہ یداً یا رقبۃً دونوں الگ الگ اور مقصود بالذات چیزیں ہیں تو ان میں سے ایک چیز کے التزام سے دوسری چیز لازم نہ ہوگی۔ یعنی ھبہ کرنے سے تسلیم کرنا لازم نہ ہوگا۔

تیسری عقلی دلیل:۔ھبہ عقد تبرع ہے جس طرح کہ وصیت عقد تبرع ہے اور وصیت میں محض ایجاب وقبول سے موصی لہ کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی تو اسی طرح ھبہ میں بھی ملکیت ثابت نہ ہوگی عقد تبرع میں ایجاب وقبول کے باوجود ملکیت کا حاصل نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ عقد تبرع ضعیف ہوتا ہے بنسبت عقد معاوضہ کے۔ کیونکہ عقد تبرع لازم نہیں ہوتا اور واھب کو جو اپنی مملوکہ چیز میں ملکیت حاصل ہوتی ہے وہ قوی ہوتی ہے تو وہ ملکیت اس سبب ضعیف سے زائل نہ ہوگی جب تک قبضہ نہ ہو۔تو گویا ھبہ اور قبضہ ملکر اسکی ملکیت کو زائل کریں گے جیسا کہ وصیت میں موت اور وصیت دونوں ملکر موصی کی ملکیت کو زائل کرتے ہیں۔

ان عقلی دلائل میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جسطرح ھبہ بالعوض انجام کے لحاظ سے بیع کے حکم میں ہوتا ہے۔اس طرح ھبہ مطلقہ قبل القبض وعدہ کے حکم میں ہوتا ہے کہ اس کا ایفاء دیانۃً تو لازم ہے قضاء نہیں اور محض وعدہ کرنے سے موعودہ چیز کا موعود لہ مالک نہیں بن جاتا۔

”لو ملکه بنفس العقد لثبت له ولاية المطالبة با لتسليم فيؤدی الی ايجاب الضمان فی عقد التبرع وفيه تغير المشروع﴿ بدائع الصنائع﴾ و فی الهداية:

وفی اثبات الملک قبل القبض الزام المتبرع شيأ لم يتبرع به وهو التسليم فلايصح ﴿كتاب الهبة)﴾

وفی فتح القدير يعنی لوثبت الملک بمجرد العقد تتوجه المطالبةعليه بالتسليم فيؤدی الی ايجاب التسليم على المتبرع هولم يتبرع به وايجاب شئ لم يتبرع به يخالف موضوع التبرعات بخلاف المعاوضات وبعض الشروح ورد بأن المتبرع با لشئ قد يلزمه مالم يتبرع به اذاكان من تمامه ضرورة تصحيحه كمن نذران يصلی وهومُحدِث لزمه الوضوء ومن شرع فی صوم اوصلاة لزمه الاتمام وأجيب بأنه مغالطة فإن مالايتم الشئ إلا به فهو واجب اذا كان ذلک الشئ واجبا كماذكرت من الصور فإنه يجب بالنذرأوالشروع ومالايتم الواجب إلابه فهوواجب والهبة عقد تبرع إبتداءً و إنتهاءً فإنه لووهب وسلّم جاز له الرجوع فكيف قبل التسليم فلا يجب ما يتم به

﴿فتح القدير(كتاب الهبة)﴾وفی الكفاية ” ولايقال ان الملک يقع على وجه لايوجب التسليم لانه لا يفيد اذفائدة الملک التمكن من التصرفات وذا انمايكون اذاكان بسبيل من قبضه ولايقال انه لما وهب فقدالتزم التسليم فيلزمه التسليم بالتزامه كما اذا شرع فی النفل لأنانقول......

جیسا کہ یہ بات علامہ عینیؒ شارح بخاری کی ایک عبارت سے بھی مترشح ہوتی ہے پہلے حضرت جابرؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضورﷺ نے حضرت جابرؓ سے بحرین سے مال آنے پر دینے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن یہ مال آنے سے پہلے ہی حضورﷺ اس دنیا سے رحلت

فرما گئے اس حدیث کے ذیل میں علامہ عینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

مطابقة للترجمة من حيث أن النبیﷺ وعد جابر الشئ ومات قبل الوفاء والحكم فيه إن وقع مثل هذا من غير النبي فالهبة لورثة الواهب وكذلك لم يكن فی حق النبي لازما ولكن ابابكر فعل ذلك على سبيل التطوع ولم يكن يلزم فی ذلك شئ الشارع ولا ابابكر وإنما أنفذ الصديق ذلك بعدموته اقتداء بطريقة رسول الله ولفعله فإنه كا ن أوفى الناس بعده وأصدقهم لوعده فإن قلت الترجمة هدية والذى قاله النبى وعد قلت لماكان وعدالنبى لا يجوز أن يخلف نزلوا وعده منزلة الضمان فی الصحةفرقا بينه وبين غيره من الامةممن يجوزان يفى وان لايفى وقد تنزل الهبة التى لم تقبض بمنزلة الوعد ﴿عمدة القارى ١٥٧ ج ١٣﴾ خط کشیدہ عبارت محل استشہاد ہے۔

اسی طرح امام مالکؒ کا قول بھی علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔

قال مالكؒ اما العدةمثل أن يسئل الرجل الرجل أن يهب له هبة فيقول نعم ثم يبدوله أن لايفعل فلا أرى ذلك يلزمه ﴿عمدة القارى ١٥٧ ج ١٣﴾ حق المالك فی العين ملك مال وملك يد فان ملك اليد مقصود يضمن بالغصب كما يضمن الاصل ألاترى ان المد بريضمن بالغصب وما أزال بالغصب إلا يده وكذلك يعتاض على إزالة اليدبعقد الكتابة وليس فيها إلاإزالة اليد ولما كان كل واحد منهما مقصودا بنفسه لم يلزم من التزام احدهما التزام الآخربخلاف الشروع فی النفل فإن المؤدى صارواجب الصيانة وذلك بالإتمام فوجب﴿عمدة القارى ١٨١ ج ٧﴾

وفی شرح العناية: ولان هذا عقد تبرع فلا يثبت الملك فيه بمجرد القبول كا لوصية الحق ووجه ذلك أن عقد الهبة لماكان تبرعاكان ضعيفافی نفسه غير لازم والملك الثابت للواهب كا ن قويا فلايزول بالسبب الضعيف حتى ينضم إليه مايتأبد به وهوفی الهبة التسليم وفی الوصية موت الموصی﴿شرح العنايه﴾

قبضہ کی تعریف:- القبض خلاف البسط يقال قبض عليه بيده إذا ضم عليه أصابعه وقبض الشئ أخذه وهذا الشئ فی قبضة فلان أی فی ملكه وتصرفه﴿ مجموعه قواعد الفقه ٤٣٢﴾

اس عبارت میں لفظ قبضہ کے لغوی استعمالات بنائے گئے ہیں اور ان میں آخری دو یہ ہیں (۱) کسی چیز کو لینا (۲) کسی چیز کا ملکیت اور تصرف میں ہونا۔

عبارات فقہاء میں قبضہ کی تعریف:- فقہاء کرام نے قبضہ کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے جن کا حاصل یہ ہے

کہ وہ چیز قابض کے حیّز میں ہو اور اس کو اس چیز میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہو۔

لأن القبض عبارة عن كون الشئ فی حيز القابض ﴿تبيين الحقائق ۹۳ ج ۵﴾ لأن القبض عبارة عن الحيازة وهو أن يصير الشئ فی حيز القابض ﴿كفايه ۴۸۹ ج ۷﴾

لأن معنى القبض هو التمكن من التصرف فی المقبوض ﴿بدائع الصنائع ۱۲۰ ج ۵﴾

حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے حوالہ سے فیض الباری میں قبضہ کی حقیقت کچھ یوں تحریر کی گئی ہے کہ ہمارے نزدیک قبضہ کے تحقیق کیلئے صرف تخلیہ کافی ہے پھر تخلیہ کس کو کہتے ہیں؟ اسکی تفصیل حضرت شاہ صاحبؒ نے کچھ اس طرح بیان فرمائی کہ واھب کا اپنی مملوکہ چیز سے اپنی ملکیت کے علائق کو ختم کر کے مشتری یا موہوب لہ کو قبضہ کی قدرت دے دینا اسکو قبضہ کہتے ہیں اور قبضہ کی یہ صورت کبھی قولاً پائی جاتی ہے کبھی فعلاً اور کبھی قرائن کی وجہ سے۔ اسپر دو (۲) مثالیں ذکر فرمائی ہیں۔

۱۔ جنگل میں گھوڑا فروخت کیا اور مشتری اس کو پکڑنے پر قادر ہے تو قبضہ متحقق ہو گیا۔

۲۔ مکان فروخت کیا اور اسکی چابیاں مشتری کے سپرد کر دی تو قبضہ متحقق ہو گیا۔

فاعلم أوّلا أن القبض فی المنقولات لا يتحقق عند الشافعية إلا بالنقل و التحويل و عندنا بالتخلية بينه و بين المشترى أما أن التخليه ماذا هی؟ فهذا مما لا يكاد ينضبط إلا بعد النظر إلى الجزئيات شيئا و معناها عندى رفع علائق ملكه و تمكينه للمشترى على أن يقبضه و ذلك قد يكون بالفعل و أخرى بالقول و تارة بالقرائن ...... ولنذكر لک جزئيات ليتبين لک الحال على جلية قالوا إنه لو باع فرسا فی الصحراء فان كان المشترى يستطيع أن يقبض بدون اعانة غيره تحقق القبض و كأنهم نظروا فيه الى المكنة فقط ورأوها كالقبض و قالوا إنه لو باع دارا أو صندوقا و سلّم مفاتيحه فهو قبض و بالجملة ان القبض فی البيع و الهبة و الرهن يتحقق عندنا بالتخلية و المكنة على القبض و لا يحتاج الى القبض الحسى و النقل ﴿فيض البارى ۲۰۶ ج ۳﴾

قبضہ کی چند مختلف صورتیں: - تخلیہ اور عدم تخلیہ کی ایک صورت ایک آدمی نے دوسرے کو کپڑے ھبہ کئے اور وہ صندوق میں مقفل ہیں تو اسکو قبضہ تصور نہیں کریں گے البتہ اگر صندوق کھلا ہو تو تخلیہ کو قبضہ تصور کریں گے۔

و التمكن من القبض كالقبض فلو وهب لرجل ثيابا فی صندوق مقفل و دفع اليه الصندوق لم يكن قبضا لعدم تمكنه من القبض و ان كان مفتوحا كان قبضا لتمكنه منه فإنه كالتخلية فی البيع ﴿شرح المجله الكتاب السابع فی الهبة﴾ رجل وهب من رجل ثوبا و هو حاضر فقال الموهوب له قبضته قال ابو حنيفة صار قابضا لأنه متمكن من قبضه فأقيم تمكنه مقام قبضه و قال أبو يوسف لا يصير قابضا مالم يقبض بنفسه و القض الحقيقی نقله من ذلک

المکان الدرالمختار

اگر موھوبہ چیز واھب کی کسی چیز کی وجہ سے مشغول ہوتو قبضہ متحقق نہ ہوگا اور اگر موھوبہ چیز نے واھب کی کسی چیز کو مشغول کر رکھا ہو توتخلیہ سے ھبہ تام ہوجائیگا۔

قال فی المنح ھبة الشاغل تجوز وھبة المشغول لا تجوز...... مثاله وھب جرابافیه طعام لا یجوز ولو وھب طعامافی جراب جازت﴿شرح المجله﴾

ایسے ہی اگر موھوبہ چیز غیر واھب کی اشیاء کی وجہ سے مشغول ہوتو تب بھی ھبہ جائز ہے۔**واشتغال الموھوب بملک غیرالواھب ھل یمنع تمام الھبة؟ذکرصاحب المحیط أنه لایمنع﴿شرح المجله﴾**

اگر واھب موھوب لہ کے تابع ہو تو بغیر تخلیہ کے بھی قبضہ متحقق ہوجائیگا**إذاوھبت الإمرأة داراً من زوجھاوھی ساکنة فیھا مع زوجھاجازت الھبة ویصیر الزوج قابضا للدار لأن المرأة ومتاعھا فی ید الزوج فصح التسلیم ﴿شرح المجلة(الکتاب السابع فی الھبة)﴾**

ایسے اگر موھوب لہ واھب کے توابعات میں سے ہو عام ازیں کہ واھب باپ ہو یا ولی ہو یا مربی ہو تو صرف ھبہ کرنے سے ھبہ تام ہوجائے گا الگ قبضہ یا تخلیہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر وہ عقد جس کی دونوں جانبوں کی ولایت ایک آدمی کو حاصل ہو تو صرف ایجاب کردینے سے عقد تام ہوجاتا ہے۔

رجل وھب لإبنه الصغیر دارا والدارمشغولة بمتاع الواھب جازت﴿شرح المجله﴾

(قبضہ کی اور بھی متعدد صورتیں ملاحظہ فرمائیں **شرح المجله للعلامه محمد خالد الاتاسیؒ**)

ان سب مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قبضہ کی کوئی ایک صورت متعین نہیں بلکہ ہر جگہ مختلف ہے۔اسلئے قواعد فقھیہ یا عرف کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔

خلاصة البحث: ھبہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی سے بھی قبضہ کی شرط کا ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے اور ھبہ کی شرائط میں سے قبضہ ایک مستقل شرط ہے جس پر ائمہ ثلاثہ اور خلفاء راشدین کا اتفاق نقل کیا گیا ہے اور قبضہ کے بغیر ھبہ کا تام نہ ہونا احادیث نبوی ﷺ اور دلائل عقلیہ سے بالکل واضح ہوچکا۔ قبضہ کے بغیر ھبہ کی حقیقت ایک وعدہ کی ہے۔قبضہ حاصل ہونے کی صورت یہ ہے کہ واھب کی ملکیت کے علائق ختم ہوجائیں اور موھوب لہ کو قبضہ کی قدرت حاصل ہوجائے آخر میں قبضہ کی متعدد صورتیں ذکر کی ہیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب